QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

توحید اسماء وصفات اور آثار صحابہ (جمع و تحقیق اور تعلیق)

Hadith Collections Attributed to the Companions (RA): A Critical Overview and Their Status in Toheed Asma & Sifaat

Hisham Elahi zaheer
PhD scholar, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email:Abumowahid@hotmail.com
Dr Irshad ul Hassan Ibrar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email: irshad.ibrar@ais.uol.edu.pk

Abstract

This study delves into the fundamental principles of Touheed Asma o Siffat (rules of purification) and examines the significant contributions of the Sahaba (companions) of the Prophet Muhammad, known as Asar-e-Sahaba, in shaping Islamic purification practices. Through a comprehensive analysis of primary Islamic sources, including the Quran, Hadith, and scholarly interpretations, this research aims to elucidate the theological, historical, and practical aspects of purification rituals in Islam. By exploring the teachings and actions of the Sahaba, this study seeks to highlight their role in preserving and disseminating the prophetic traditions related to cleanliness and purification. Furthermore, it investigates the contemporary relevance and application of Touheed Asma o Siffat and Asar-e-Sahaba in Muslim communities worldwide, shedding light on their enduring significance in Islamic jurisprudence and daily life. Through this exploration, this research contributes to a deeper understanding of Islamic purification practices and the invaluable legacy of the Prophet's companions in shaping Islamic traditions.

Keywords: *The rulings of Touheed Asma o Siffat and Aasar-e-Sahaba, rules of purification and Aasar-e-Sahaba.*

تعارف موضوع

عقیدہ اسلام کی بنیاد اور اساس ہے۔ ہر عمل کی قبولیت اسی کے ساتھ مشروط ہے۔ انسانی اعمال عقیدہ کی بدولت سرزد ہوتے ہیں اور ثمر آور بھی، جیسا عقیدہ و منہج ہوگا اسی رنگ میں رنگے ہوئے اعمال نظر آتے ہیں اور اسی میزان میں ان اعمال کو تولا جاتا ہے۔ عقیدے کی اصلاح اور کتاب وسنت سے جڑی ہے اور کتاب وسنت کا صحیح فہم، فہم صحابہ سے ہی ممکن ہے۔ آج کے اس پر فتن دور کوئی انسان کتنا ہی متقی اور پارسا کیوں نہ ہو وہ اپنے فہم وادراک میں صحابہ کی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے سب سے اچھا فہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے تاجدارِ مدینہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر زانوئے تلمذ کو طے کیا اور آفتابِ نبوت کی سنہری شعاعیں براہ راست انہیں کے سینوں پر پڑیں۔

مضمون ہذا میں عقیدہ و منہج کے متعلقہ آثار صحابہ کا تعارف اور ان کی قدرے تفصیل پیش کی جا رہی ہے تاکہ ان کے ذریعے امت رہنمائی حاصل کرے اور وہ باہمی اختلافات وتنازعات کو حل کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہوں۔

اللہ تعالی کی صفتِ علو کا اثبات

حَدَّثَنَا صَالِحٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَلِيلِ، عَنْ شَهْرٍ، قَالَ:)بَيْنَا النَّاسُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَسْتَفْتُونَهُ، فَقَالَ كَعْبٌ: هَلَكَ أَخِي، هَكَذَا تَكُونُ الْفِتَنُ، اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: لَا تَكْذِبَنَّ عَلَى اللَّهِ، فَإِنْ غَضِبَ فَدَعْهُ، وَإِنْ لَمْ يَغْضَبْ فَاسْأَلْهُ. فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ:

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

يَقُولُ لَكَ كَعْبٌ: لَا تَكْذِبَنَّ عَلَى اللَّهِ، فَقَالَ: نَصَحَ لِي أَخِي، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ سَوَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.قَالَ: إِنِّي أَسْأَلُكَ عَنِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، أَفِي السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ هُمَا، أَمْ فِي سَمَاءِ الدُّنْيَا، أَمْ فِي الْهَوَاءِ، أَمْ دُونَ ذَلِكَ؟ قَالَ: بَلْ هُمَا فِي السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَوُجُوهُهُمَا إِلَى الْعَرْشِ، وَأَقْفِيَتُهُمَا إِلَى الْأَرْضِ، قَالَ اللَّهُ: «وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا».قَالَ: فَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ عَنِ الرَّعْدِ، فَمَا هُوَ؟ قَالَ: مَلَكٌ يَزْجُرُ السَّحَابَ بِالتَّسْبِيحِ كَمَا يَزْجُرُ الْحَادِي الْحَثِيثَ الْإِبِلَ، إِذَا اشْتَدَّتْ سَحَابَةٌ ضَمَّهَا، لَوْ يُفْضِي إِلَى الْأَرْضِ صُعِقَ مَنْ يُبْصِرُهُ.قَالَ: فَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ عَنِ الْبَرْقِ، مَا هُوَ؟ قَالَ: هُوَ مِنْ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْبَرَدِ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: أَحْسِبُهُ قَالَ: مِنِ اصْطِفَاقِ الْبَرَدِ فِي السَّمَاءِ، قَالَ اللَّهُ: «مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ».قَالَ: فَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ: أَيْنَ تَلْتَقِي أَرْوَاحُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَرْوَاحُ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: أَمَّا أَرْوَاحُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَتَلْتَقِي بِالْجَابِيَةِ، وَأَمَّا أَرْوَاحُ أَهْلِ النَّارِ فَبِحَضْرَمَوْتَ.قَالَ: فَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ عَنِ الْحَشْرِ، مَا هُوَ؟ قَالَ: نَارٌ تَزْوِي النَّاسَ، تَظْهَرُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ . [1]

شہر بن حوشب کہتے ہیں: لوگ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس سوالات کرتے بیٹھے تھے، اتنے میں کعب (الاحبار) نے کہا: میرا بھائی ہلاک ہوا، اسی طرح فتنے پیدا ہوتے ہیں، اس سے جا کر کہو: اللہ پر جھوٹ نہ باندھنا، اگر وہ غصے میں آ جائے تو چھوڑ دو، اور اگر نہ آئے تو اس سے سوال کرو'' پس میں گیا اور کہا: کعب کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ نہ باندھنا۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھائی نے میری خیر خواہی کی، جو اللہ پر جھوٹ باندھے، اللہ قیامت کے دن اسکا چہرہ سیاہ کر دے گا۔ پھر میں نے سوال کیا: سورج اور چاند کہاں ہیں؟ سات آسمانوں میں؟ آسمانِ دنیا میں؟ فضا میں؟ یا اس سے نیچے؟ فرمایا: بلکہ وہ ساتوں آسمانوں میں ہیں، ان کے چہرے عرش کی طرف اور پشت زمین کی طرف ہے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اس نے چاند کو ان (آسمانوں) میں نور بنایا، اور سورج کو چراغ بنایا'' (سورة نوح: 16)سوال ہوا:رعد (گڑگڑاہٹ) کیا ہے؟ فرمایا: ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کو اللہ کی تسبیح کے ساتھ ہانکتا ہے، جیسے کوئی اونٹ بان اونٹوں کو ہانکتا ہے، جب بادل بہت گرج دار ہو تو وہ اسے سمیٹتا ہے، اگر وہ زمین پر آ جائے تو جو بھی اسے دیکھے مر جائے۔ پھر پوچھا: بجلی کیا ہے؟ فرمایا: وہ برف کے ٹکراؤ سے ہے۔ عبد الملک کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: آسمان میں اولوں کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اس میں (بادلوں میں) پہاڑ ہیں جن میں اولے ہیں، وہ اسے جس پر چاہے برساتا ہے، اور جس سے چاہے ہٹا دیتا ہے، اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو لے جانے والی ہوتی ہے'' (سورة النور: 43)پھر سوال کیا گیا: اہل جنت اور اہل جہنم کی روحیں کہاں اکٹھی ہوتی ہیں؟ فرمایا: اہل جنت کی روحیں ''جابیہ''(شام کا مقام) میں اکٹھی ہوتی ہیں، اور اہل جہنم کی روحیں حضر موت (یمن کا علاقہ) میں۔ پھر پوچھا: حشر کیا ہے؟ فرمایا: ایک آگ جو مشرق سے نکلتی ہے اور لوگوں کو ہانکتی ہے۔

[1] مسائل الإمام أحمد بن حنبل برواية عبد الله بن أحمد أحمد بن هانئ، 1416ھ ،رقم الأثر: 1889

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

حکم: یہ اثر سنداً حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے۔

تعلیق: یہ اثر حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو صفاتِ الٰہیہ کے فہم میں نہایت اہم اور عمیق اثر ہے۔ اس میں آسمان و زمین کے مظاہر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت، تدبیر، اور علم کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، جبکہ سورج اور چاند کے بارے میں آپ کا قول (**وُجُوهُهُمَا إِلَى الْعَرْشِ**) صفتِ علو (بلندی) کی نہایت واضح دلیل ہے، یہ عبارت نہ صرف اللہ کے عرش کے بلند و برتر مقام کو ظاہر کرتی ہے بلکہ مخلوقات کے خالق کی طرف متوجہ ہونے کی فطری کیفیت کو بھی بیان کرتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ﴾ (النحل: 50) یعنی "وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر فوقیت اور برتری رکھتا ہے، اور یہی وہ صفتِ علو ہے جس پر اہلِ سنت کا اجماع ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوق سے جدا اور بلند ہے۔

یہ اثر صرف صفتِ علو تک محدود نہیں بلکہ صفاتِ فعلیہ یعنی اللہ کے ارادے، قدرت اور تدبیر کو بھی واضح کرتا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رعد (بادل کی گرج) ایک فرشتہ ہے جو اللہ کے حکم سے بادلوں کو زجر دیتا ہے، یہ قول اس حقیقت کا مظہر ہے کہ کائناتی قوتیں محض طبعی قوانین کی مرہونِ منت نہیں بلکہ ان کے پیچھے اللہ کا امر اور تدبیر کارفرما ہے، قرآن میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے: ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ﴾ (الرعد: 13) ”اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے۔“ گویا کہ ہر آسمانی مظہر اللہ کی قدرت کا گواہ اور اس کی تسبیح کرنے والا ہے۔

اسی طرح بجلی کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ آسمان میں برف کے ٹکڑوں کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِن جِبَالٍ فِيهَا مِن بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَن مَّن يَشَاءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ﴾ (النور: 43) ”اور وہ آسمان سے پہاڑ جیسے اولے اتارتا ہے، جن سے جسے چاہتا ہے نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے محفوظ رکھتا ہے، اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔“ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت مادی اسباب کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے، لیکن ان اسباب کے پیچھے اصل کارفرما اسی کی مشیت ہے۔

اثر کے آخری حصے میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ارواح کے اجتماع اور حشر کی کیفیت کا ذکر کیا، کہ اہلِ جنت کی روحیں "جابیہ" (شام کا مقام) میں جمع ہوں گی اور اہلِ جہنم کی "حضر موت" میں، یہ بیان آخرت کے مناظر پر ایمان، عدلِ الٰہی کے نظام اور جزا و سزا کے قانون کو ظاہر کرتا ہے۔ حشر کے بارے میں آپ کا قول(**نَارٌ تَزْوِي النَّاسَ، تَظْهَرُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ**) ”ایک آگ مشرق سے نکلے گی جو لوگوں کو ہانکتی ہوئی جمع کرے گی“ دراصل قیامت کی نشانیوں اور اللہ کی صفتِ قہر و جبروت کا مظہر ہے۔

یوں یہ پورا اثر توحید الاسماء والصفات کے باب میں ایک جامع مثال ہے، جو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات صرف ماورائی عقائد نہیں بلکہ کائنات کے ہر مظہر میں جلوہ گر ہیں، آسمان و زمین، روشنی و اندھیرا، رحمت و قہر سب اسی کے امر

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

اور قدرت کے تابع ہیں، یہ اثر مؤمن کے ایمان کو مضبوط کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنی صفتِ علو، قہر اور تدبیر کے ساتھ حاکم و متصرف ہے۔

خلاصۃالقول: یہ اثر اللہ تعالیٰ کی صفتِ علو کے ساتھ ساتھ اس کی قدرت، تدبیر اور قہر کے عموم کو ظاہر کرتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عرشِ عظیم پر بلند و برتر ہے، تمام کائنات اسی کے امر و ارادے کے تابع ہے، اور ہر آسمانی و زمینی مظہر اس کی صفاتِ فعلیہ کا مظہر ہے، یہ اثر بندے کے عقیدۂ توحید کو مضبوط کرتا اور اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور اپنی مخلوق سے بالا تر ہے۔

ظلُّ العرش یوم القیامۃ: صفاتِ الٰہیہ کے ظہور اور قربِ الٰہی کی علامت

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ سَلْمَانَ، قَالَ:التَّاجِرُ الصَّادِقُ مَعَ السَّبْعَةِ فِي ظِلِّ عَرْشِ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [2]

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سچا تاجر قیامت کے دن سات (قسم کے) لوگوں کے ساتھ اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔"

حکم: یہ اثر موقوف ہے۔

تعلیق: یہ اثر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں قیامت کے دن سچے تاجر کے لیے اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں جگہ کی بشارت دی گئی ہے، یہ روایت دراصل صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات میں ایک لطیف اور عمیق پہلو رکھتی ہے، جس میں "عرش" اور "ظل عرش" دونوں صفات کے حقیقی معانی میں بیان ہوئے ہیں، اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش موجود اور قائم ہے اور یہ اس کی عظمت، اقتدار اور کبریائی کی علامت ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾ (طٰہٰ: 5) "رحمٰن عرش پر بلند و بالا ہے۔" اس آیت سے اللہ کے عرش کی حقیقت اور اس کی بلندی ثابت ہوتی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ استواء علی العرش کی کیفیت اللہ ہی کے علم میں ہے۔

اثر کے الفاظ (**فِي ظِلِّ عَرْشِ اللَّهِ**) یعنی "اللہ کے عرش کے سایہ میں" اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، یہاں "سایہ" سے مراد مجازی یا استعاراتی معنی نہیں بلکہ حقیقی معنی ہیں، جیسا کہ اہلِ سنت کا اصول ہے کہ صفاتِ الٰہیہ کو ان کے ظاہر پر ایمان لایا جائے، بلا کیف و بلا تمثیل، نبی کریم ﷺ کی حدیث میں بھی اس مفہوم کی وضاحت موجود ہے: (**سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ**)) [3] "سات قسم کے لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔" اکثر محدثین نے اس حدیث کے "ظلّ اللہ" کو "ظلّ عرشہ" یعنی "عرش کے سائے" کے معنی میں لیا ہے، کیونکہ یہ اللہ کی عظمت اور کرم کا مظہر ہے، نہ کہ مخلوق کی طرح کسی جسمانی سایہ کا مفہوم۔

---

[2] المصنف لعبد الرزاق الصنعاني: 1419 ھـ ،رقم الأثر: 20476

[3] بخاری: 660، مسلم: 1031

یہ اثر یہ بھی بتاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا عرش اپنی شان کے ساتھ موجود ہوگا، اور اس کے سائے میں وہ لوگ پناہ پائیں گے جنہیں دنیا میں ایمان، عدل، صدق اور امانت کا وصف حاصل تھا۔ قرآن میں فرمایا گیا: ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾ (الحاقه: 17) "اور اس دن آپ کے رب کا عرش آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔" یہ آیت قیامت کے دن عرش کے وجود اور اس کی عظمت پر صریح دلیل ہے،چنانچہ سچے تاجر کے لیے "عرش کے سایہ" میں ہونا دراصل اس کے صدق، دیانت اور خوفِ خدا کے بدلے میں اللہ کے قرب اور رضامندی کی علامت ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ محض نظری نہیں بلکہ بندے کے ایمان، کردار اور عمل سے براہِ راست تعلق رکھتی ہیں۔

خلاصة القول: یہ اثر صفتِ عرش اور صفتِ ظل کے حقیقی اثبات پر دلالت کرتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کا عرش اپنی شان کے ساتھ قائم ہوگا، اور اس کے سائے میں وہی بندے پناہ پائیں گے جنھوں نے دنیا میں ایمان، صدق اور امانت کے تقاضے پورے کیے، یہ اثر ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اللہ کے قرب کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب بندہ صفاتِ الٰہیہ کے اخلاقی تقاضوں کو اپنے اندر پیدا کرے۔

صفت علواور کرسی کااثبات

نا نُعَيْمٌ قَالَ: أنا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أنا مَعْمَرٌ، عَمَّنْ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ يَذْكُرُ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ يَقُولُ: " إِنَّ أَفْضَلَ أَيَّامِ الدُّنْيَا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَإِنَّ أَكْرَمَ خَلِيقَةِ اللَّهِ عَلَى اللَّهِ أَبُو الْقَاسِمِ، قُلْتُ لَهُ: إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَلَكًا مُقَرَّبًا، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيَّ، قَالَ: أَتَدْرِي كَيْفَ خَلْقُ الْمَلَائِكَةِ؟ إِنَّمَا خَلْقُ الْمَلَائِكَةِ كَخَلْقِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَكَخَلْقِ الْجِبَالِ، وَكَخَلْقِ السَّحَابِ، وَإِنَّ أَكْرَمَ خَلِيقَةِ اللَّهِ عَلَى اللَّهِ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللَّهُ الْأَنْبِيَاءَ نَبِيًّا نَبِيًّا، وَأُمَّةً أُمَّةً حَتَّى يَكُونَ آخِرَهُمْ مَرْكَزًا مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، وَيُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلَى جَهَنَّمَ وَيُنَادِي مُنَادٍ أَيْنَ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ؟ فَيَقُومُ نَبِيُّ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، وَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ يَطْمِسُ اللَّهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهِ، فَتَهَافَتُوا فِي النَّارِ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَيَمْضِي النَّبِيُّ عليه السلام وَالصَّالِحُونَ مَعَهُ، فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ رُتَبًا؛ يَدُلُّونَهُمْ عَلَى طَرِيقِ الْجَنَّةِ، عَلَى يَمِينِكَ، عَلَى شِمَالِكَ، حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى رَبِّهِ فَيُوضَعُ لَهُ كُرْسِيٌّ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ، ثُمَّ يَتْبَعُهُ عِيسَى عَلَى مِثْلِ سَبِيلِهِ، وَيَتْبَعُهُ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، حَتَّى إِذَا كَانُوا عَلَى الصِّرَاطِ طَمَسَ اللَّهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهِ، فَتَهَافَتُوا فِي النَّارِ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَيَمْضِي النَّبِيُّ ﷺ وَالصَّالِحُونَ مَعَهُ، فَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ رُتَبًا، يَدُلُّونَهُمْ عَلَى طَرِيقِ الْجَنَّةِ عَلَى يَمِينِكَ، عَلَى يَسَارِكَ، حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى رَبِّهِ، فَيُوضَعُ لَهُ كُرْسِيٌّ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، ثُمَّ يُدْعَى نَبِيٌّ نَبِيٌّ، وَأُمَّةٌ أُمَّةٌ، حَتَّى يَكُونَ آخِرَهُمْ نُوحٌ رَحِمَ اللَّهُ نُوحًا.

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:بیشک اللہ کے نزدیک دنیا کے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہےاور بے شک اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم و محترم ہستی ابوالقاسم محمد ﷺ ہیں،میں (راوی) نے عرض کیا: کیا آپ یہ فرما رہے ہیں کہ نبی ﷺ فرشتوں سے بھی زیادہ مکرم ہیں؟عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ فرشتے کس طرح پیدا کیے گئے؟ ان کی پیدائش آسمان، زمین، پہاڑ اور بادلوں کی تخلیق کی مانند ہے یعنی وہ بھی مخلوق ہیں لیکن اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے مکرم ہستی محمد ﷺ ہیں،جب قیامت کا دن برپا ہوگا تو

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کو ایک ایک کر کے جمع فرمائے گا، اور ہر امت کو اس کے نبی کے ساتھ لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ آخر میں محمد ﷺ اور ان کی امت پیش کیے جائیں گے، پھر پل صراط کو جہنم پر بچھایا جائے گا، اور ایک پکارنے والا پکارے گا: کہاں ہیں محمد ﷺ اور ان کی امت؟ چنانچہ نبی کریم ﷺ قیام فرمائیں گے اور ان کی امت نیک و بد سب ان کے پیچھے ہوگی، جب وہ صراط مستقیم پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کی بصارت مٹا دے گا، پس وہ اندھے ہو کر جہنم میں دائیں اور بائیں گر پڑیں گے،اس کے بعد نبی ﷺ اور ان کے نیک پیروکار آگے بڑھیں گے تو فرشتے ان کے استقبال میں درجہ بہ درجہ قطاروں میں موجود ہوں گے، جو انہیں راستہ بتاتے جائیں گے: یہ جنت کی طرف ہے، یہ تمہارے دائیں جانب ہے، یہ تمہارے بائیں جانب ہے،یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب کے حضور پہنچیں گے تو ان کے لیے عرش کے دائیں جانب ایک کرسی رکھی جائے گی،پھر ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے، وہ بھی اسی راستے پر ہوں گے، ان کے نیک و بد سب ان کے ساتھ ہوں گے۔ جب وہ صراط پر پہنچیں گے تو اللہ ان کے دشمنوں کی بصارت بھی ختم کر دے گا، اور وہ جہنم میں گر پڑیں گے، اس کے بعد نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے نیک ساتھی آگے بڑھیں گے، اور فرشتے ان کے استقبال کے لیے صف بستہ ہوں گے، انہیں جنت کی طرف راستہ دکھائیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنے رب کے حضور پہنچیں گے تو ان کے لیے بھی عرش کے دوسرے پہلو پر ایک کرسی رکھی جائے گی،پھر اسی طرح ہر نبی اور اس کی امت کو بلایا جائے گا ایک ایک کر کے یہاں تک کہ سب سے آخر میں نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا،اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت فرمائے۔[4]

حکم: یہ اثر سنداً ضعیف ہے۔

تعلیق: یہ اثر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جو قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے عظیم مقام اور اللہ تعالیٰ کے عرشِ عظیم کے قریب ان کے شرف و قرب کو واضح کرتا ہے، روایت کے الفاظ (**فَيُوضَعُ لَهُ كُرْسِيٌّ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ**) یعنی ”ان کے لیے عرش کے دائیں جانب ایک کرسی رکھی جائے گی“ اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کا عرش حقیقی اور موجود مخلوق ہے، جس کے دائیں جانب کرسی کا ذکر صفتِ "العلو" (بلندی) اور "القرب" (قربِ خاص) کے اثبات پر واضح دلیل ہے، قرآنِ مجید میں فرمایا گیا: ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ (طٰہٰ: 5) ”رحمٰن عرش پر بلند و بالا ہے۔“ یہ آیت اور مذکورہ اثر مل کر اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بالاتر اور اپنی شان میں برتر ہے، اور نبی اکرم ﷺ کا عرش کے دائیں جانب ہونا اس قربِ خاص اور شرفِ نبوت کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے مکرم بندے کو عطا فرمایا۔

اس اثر میں نبی ﷺ کے لیے کرسی کا عرش کے پاس رکھے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو روزِ قیامت وہ بلند مرتبہ نصیب ہوگا جو کسی اور نبی کو حاصل نہ ہوگا۔ یہی مفہوم قرآن کی اس آیت سے بھی ظاہر ہے: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ

[4] المصنّف لابن أبي شيبة، 1409ھ ،رقم الحديث: 12126

ذِكْرَكَ﴾ (الشرح: 4) ”اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔“ نبی ﷺ کے لیے عرش کے پاس کرسی کا رکھا جانا نہ صرف آپ کے قربِ الٰہی کو ظاہر کرتا ہے بلکہ اللہ کی صفتِ "الکرم" (بندوں کو عزت دینے والی صفت) کا بھی مظہر ہے۔

مزید یہ کہ اثر کے الفاظ (**وَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا**) اس حقیقت کی نمائندگی کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی شفاعت عام ہوگی، اور ان کی امت کے نیک و بد سب آپ کے ساتھ ہوں گے۔ یہ اللہ تعالی کی صفتِ ”العدل“ پر دلالت کرتا ہے، کہ ہر فرد کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا مگر رحمتِ نبوی ﷺ کی وسعت فاجروں تک بھی پہنچے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اثر میں یہ بھی بیان ہوا کہ (**يَطْمِسُ اللَّهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهِ**) ”اللہ تعالیٰ دشمنوں کی بصارت مٹا دے گا“، جو صفتِ ”العلم“ اور ”العدل“کا مظہر ہے، قرآن مجید میں اسی مفہوم کو یوں بیان کیا گیا: ﴿وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ (الأنعام: 110) ”ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکنے دیتے ہیں۔“ یعنی اللہ اپنی حکمت کے مطابق اہلِ حق کو بصیرت عطا فرماتا ہے اور اہلِ باطل سے بینائی سلب کر لیتا ہے۔

یہ اثر اگرچہ سنداً ضعیف ہے، مگر اس کا متن متعدد صحیح احادیث اور قرآنی آیات کے معانی سے ہم آہنگ ہے، اس میں توحید الاسماء والصفات کے کئی بنیادی پہلو نمایاں ہوتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا عرش اور اس کی کرسی کا حقیقی وجود، صفتِ علو و قرب کا اثبات، نبی کریم ﷺ کے مقامِ اکرام کا بیان، اللہ کی صفتِ عدل و علم کا اظہار، اور قیامت کے دن ہر انسان کے عمل کے مطابق جزا و سزا کا نظام، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے قرب، عزت اور شرف عطا فرماتا ہے، اور یہی اس کی صفاتِ علیا ”العلو، الکرم، العدل، والعلم“ کا مظہر ہے۔

خلاصة القول: یہ اثر اگرچہ ضعیف السند ہے، مگر اپنے معنی میں قوی اور قرآن و سنت کے اصولِ توحید کے موافق ہے،اس سے نبی اکرم ﷺ کے مقامِ قرب، اللہ تعالیٰ کے عرش و کرسی کے حقیقی اثبات، اور صفاتِ علو، قرب، عدل اور علم کے مفاہیم واضح ہوتے ہیں، یہ اثر بندے کے ایمان میں تعظیمِ الٰہی، محبتِ نبوی اور یقینِ قیامت کے شعور کو مضبوط کرتا ہے۔

رؤیتِ باری تعالیٰ کا اثبات

عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: فَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: بَعَثَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ: هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهُ؟ فَبَعَثَ إِلَيْهِ: نَعَمْ، قَدْ رَآهُ، فَرَدَّ رَسُولَهُ إِلَيْهِ وَقَالَ: كَيْفَ رَآهُ؟ فَقَالَ: رَآهُ عَلَى كُرْسِيٍّ مِنْ ذَهَبٍ تَحْمِلُهُ أَرْبَعَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: مَلَكٌ فِي صُورَةِ رَجُلٍ، وَمَلَكٌ فِي صُورَةِ أَسَدٍ، وَمَلَكٌ فِي صُورَةِ ثَوْرٍ، وَمَلَكٌ فِي صُورَةِ نَسْرٍ، فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، دُونَهُ فِرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ.

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف قاصد بھیجا اور ان سے پوچھا: ”کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟“تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پیغام دیا: ”ہاں، انہوں نے دیکھا ہے،ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دوبارہ قاصد کو بھیجا اور کہا: ”کیسے دیکھا؟“تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:”انہوں نے سونے کی کرسی پر دیکھا جسے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

چار فرشتے اٹھائے ہوئے تھے: ایک انسان کی صورت میں، دوسرا شیر کی صورت میں، تیسرا بیل کی صورت میں، چوتھا عقاب کی صورت میں، یہ منظر ایک سرسبز باغ میں تھا جس کے نیچے سونے کا بچھونا بچھا تھا۔"[5]

حکم: یہ اثر سنداً ضعیف ہے۔

تعلیق: یہ اثر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جس میں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی رؤیتِ باری تعالیٰ کا ذکر کیا ہے،روایت کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ: "کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟" تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہاں، انہوں نے دیکھا ہے۔" جب مزید دریافت کیا گیا کہ "کیسے دیکھا؟" تو فرمایا: "انہوں نے اپنے رب کو سونے کی کرسی پر دیکھا، جسے چار فرشتے اٹھائے ہوئے تھے، ایک انسان کی صورت میں، دوسرا شیر کی صورت میں، تیسرا بیل کی صورت میں اور چوتھا عقاب کی صورت میں، اور وہ ایک سرسبز باغ میں تھے، جس کے نیچے سونے کا بچھونا بچھا ہوا تھا۔"

یہ اثر اگرچہ اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، مگر اس کے موضوع یعنی رؤیتِ باری تعالیٰ پر قرآن و سنت میں متعدد واضح نصوص موجود ہیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رؤیتِ باری تعالیٰ کی نفی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَن تَرَانِي﴾ (الاعراف: 143) "تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔" یہ قول اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دنیا میں انسان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، البتہ آخرت میں اہلِ ایمان کے لیے رؤیت کا اثبات قرآنِ مجید میں صراحت کے ساتھ موجود ہے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القیامۃ: 22-23) "اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔" یہ آیت آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے اثبات پر قطعی دلیل ہے۔

احادیثِ صحیحہ میں بھی یہی وضاحت موجود ہے،حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: **نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ؟** [6] "وہ نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟" یعنی دنیاوی آنکھوں سے رؤیت ممکن نہیں، اسی طرح واقعۂ معراج میں جو قربِ خاص نبی ﷺ کو حاصل ہوا، اس کی تعبیر قرآن میں یوں کی گئی: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ (النجم: 8-9) "پھر وہ قریب آیا اور قریب ہو گیا، یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا،" مگر ان آیات میں بھی آنکھوں سے رؤیتِ الٰہی کا کوئی صریح ذکر موجود نہیں۔

سلف صالحین کے ہاں اس مسئلے میں اختلاف معروف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قلبی رؤیت (دل سے دیدار) کا قول مروی ہے، جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: **(من زعم أن محمدًا رأى ربه**

[5] البیهقي ، دلائل النبوة: 1990ء،جلد: 1، صفحه: 376

[6] صحیح مسلم: 178

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

فقد أعظم على الله الفرية) ”جس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔“ (صحیح مسلم:439) اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ظاہری رؤیت کی نفی کی، جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے باطنی رؤیت (دل کے مشاہدے) کی طرف اشارہ کیا۔

توحید الاسماء والصفات کے اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایمان لانا واجب ہے بلا کیف و بلا تمثیل یعنی کیفیت کے تصور کے بغیر اور مخلوق کی مشابہت سے پاک، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: (**الِاسْتِوَاءُ مَعْلُومٌ، وَالكَيْفُ مَجْهُولٌ، وَالإِيْمَانُ بِهِ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ**) ”عرش پر استواء معلوم ہے، کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔“ [7]اس اصول کے تحت رؤیتِ باری تعالیٰ بھی ایسی ہی صفت ہے کہ اس کے امکان کا انکار نہیں، مگر کیفیت کا ادراک ممکن نہیں، دنیا میں آنکھوں سے دیکھنا محال ہے، لیکن آخرت میں اہلِ ایمان اپنے رب کا دیدار کریں گے، جیسا کہ قطعی نصوص سے ثابت ہے۔

خلاصة القول: یہ اثر سنداً ضعیف ہے، کیونکہ اس میں کیفیات اور تمثیلی اوصاف بیان ہوئے ہیں جو مخلوق کی صفات سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں، تاہم اصولی طور پر رؤیتِ الٰہی کا عقیدہ قرآن و سنت سے ثابت ہے ، دنیا میں اس کی نفی اور آخرت میں اس کا اثبات دونوں واضح ہیں، لہٰذا اس اثر کو اعتقادی دلیل کے طور پر نہیں بلکہ موضوعِ رؤیت کے ضمن میں نقلی و تاریخی شہادت کے طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان آخرت میں اپنے رب کو دیکھنے کا یقین رکھتے ہیں، اور یہی ایمان بالصفات کا حقیقی مفہوم ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ میں مشیئۃ کا اثبات

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما:((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَ أُمَيَّةَ بْنَ أَبِي الصَّلْتِ فِي بَيْتَيْنِ مِنْ شِعْرٍ:رَجُلٌ وَثَوْرٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِينِهِ ... وَالنِّسْرُ لِلْأُخْرَى وَلَيْثٌ مُرْصَد فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ وَالشَّمْسُ تَطْلُعُ كُلَّ آخِرِ لَيْلَةٍ ... حَمْرَاءَ يُصْبِحُ لَوْنُهَا يَتَوَرَّدُ تَأْبَى فَمَا تَطْلُعُ لَنَا فِي رِسْلِهَا ... إِلَّا مُعَذَّبَةً وَإِلَّا تُجْلَدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے امیہ بن ابی الصلت کے دو اشعار کی تصدیق فرمائی: ”ایک مرد اور بیل اس کے دائیں قدم کے نیچے ہے،اور دوسرے قدم کے نیچے عقاب ہے، اور شیر گھات میں ہے۔“ تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا"۔”اور سورج ہر رات کے اختتام پر طلوع ہوتا ہے،سرخی مائل ہوتا ہے، اس کا رنگ گلابی ہو جاتا ہے۔وہ انکار کرتا ہے، پس وہ طلوع نہیں ہوتا مگر (جب)یا وہ عذاب کے لیے ہو یا اسے مارا جائے (یعنی روک دیا جائے)۔“ تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا“۔[8]

---

[7] كتاب العين والأثر في عقائد أهل الأثر:110

[8] كتاب الأدب لابن أبي شيبة2018ء، ص: 342،رقم الأثر: 235

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

حکم: یہ اثر حسن درجہ کا ہے۔

تعلیق: یہ اثر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے شاعر اُمیہ بن ابی الصلت کے دو اشعار کی تصدیق فرمائی۔ ان اشعار میں شاعر نے کائناتی نظم کے مختلف مظاہر کو اللہ تعالی کے ارادہ و مشیت کے تابع بتایا ، جیسے زمین و آسمان کی قوتیں، سورج کا طلوع، اور کائنات میں ہونے والی حرکات، نبی ﷺ کا ان اشعار کی تصدیق فرمانا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ اللہ کی مشیت ایک ازلی، ابدی اور محیط صفت ہے جو ہر مخلوق اور ہر نظامِ قدرت پر نافذ ہے۔

امیہ کے اشعار میں (رجل، ثور، نسر اور لیث) یعنی ''انسان، بیل، عقاب اور شیر'' کا ذکر کائناتی قوتوں اور نظمِ تکوین کی طرف اشارہ ہے، نبی ﷺ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: (صَدَقَ) ''اس نے سچ کہا '' پھر جب شاعر نے سورج کے طلوع اور اس کے عذاب یا اجازت کے تحت ہونے کا ذکر کیا (تَأْبى فَمَا تَطْلُعُ إِلَّا مُعَذَّبَةً وَإِلَّا تُجْلَدُ) تو آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: (صَدَقَ) اس تصدیق نے ان اشعار کو محض شاعرانہ تعبیر نہیں بلکہ توحیدِ صفات کے ایک اعتقادی بیان میں بدل دیا، جس سے یہ واضح ہوا کہ کائنات کا ہر عمل اور ہر حرکت اذنِ الٰہی اور مشیتِ ربانی کے تابع ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ﴾ (هود: 107) ''بے شک تیرا رب جو چاہے وہی کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ﴾ (الروم: 26) ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔'' یہ دونوں آیات اس اثر کے مفہوم کی تائید کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تمام مخلوقات پر حاکم ہے، حتیٰ کہ آفتاب و ماہتاب، بادل، رعد و برق، دن و رات سب اسی کے ارادے کے تحت کام کرتے ہیں۔

یہ اثر اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ صرف فطری طور پر محسوس ہوتی ہے بلکہ وحی اور عقلِ سلیم دونوں سے ثابت ہے، تمام مخلوقات اس کے ارادے کے دائرے میں ہیں؛ کوئی قوت، کوئی مخلوق، اور کوئی عمل اس کے حکم سے باہر نہیں،قرآنِ کریم میں فرشتوں کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾ (مريم: 64) "ہم (فرشتے) نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم سے۔" اسی طرح سورج کا "تَأْبى" (انکار) دراصل اس حقیقت کی علامت ہے کہ مخلوقات میں ظاہری حرکتیں ضرور ہیں مگر ان کی نہاں قوتیں بھی اللہ کی اجازت کے تابع ہیں۔

یہ اثر کلامی و اعتقادی مباحث میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے، جبریہ کا قول کہ بندہ بالکل مجبور ہے، اس سے باطل ثابت ہوتا ہے کیونکہ اشعار میں سورج کے ''انکار'' کا ذکر مشیت کے تحت محدود ارادے کی نشاندہی کرتا ہے، نہ کہ جبر کی، اسی طرح قدریہ کا موقف کہ بندے کے افعال اللہ کی مشیت کے بغیر ہیں، قرآن و سنت کے صریح نصوص کے خلاف ہے، اشاعرہ نے اگرچہ مشیت کو تسلیم کیا مگر افعالِ بندہ کو ''کسب''سے تعبیر کر کے مسئلہ پیچیدہ کر دیا، جب کہ سلفِ صالحین کا واضح موقف ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے، اور اس کی مشیت حکمت، علم اور قدرت کے تابع ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

خلاصۃالقول: یہ اثر صفتِ مشیئۃِ الٰہی کے فطری اور تکوینی اثبات کو ظاہر کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ کی تصدیق اس حقیقت پر دلیل ہے کہ کائنات کا ہر نظام ، سورج، ستارے، زمین و آسمان ، اللہ تعالیٰ کی علم و حکمت کے مطابق مشیت سے چل رہا ہے، اس میں سلف کا عقیدہ واضح طور پر منعکس ہوتا ہے کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے، اس کی مشیت ازلی، ابدی اور تمام مخلوقات پر محیط ہے، اور یہی ایمان بالصفات کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ "القدمین" کا اثبات

حَدَّثَنِي أَبِي، نَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ:الْكُرْسِيُّ مَوْضِعُ الْقَدَمَيْنِ، وَالْعَرْشُ لَا يُقَدِّرُ أَحَدٌ قَدْرَهُ.

سعید بن جبیر سےروایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ "کرسی اللہ کے دونوں قدموں کی جگہ ہے، اور عرش ایسا ہے کہ کوئی اس کی قدر (حقیقی عظمت) کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔"[1]

حکم : اس کی سند حسن ہے۔

تعلیق : یہ اثر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: (**الْكُرْسِيُّ مَوْضِعُ الْقَدَمَيْنِ، وَالْعَرْشُ لَا يُقَدِّرُ أَحَدٌ قَدْرَهُ**)"کرسی اللہ کے دونوں قدموں کی جگہ ہے، اور عرش ایسا ہے کہ کوئی اس کی قدر و عظمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔" یہ اثر صفاتِ باری تعالیٰ کے باب میں صفاتِ خبریہ کے اثبات پر ایک نہایت واضح اور معتبر دلیل ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ "القدمین" کو حقیقی معنی میں ثابت کیا گیا ہے، بلا کیف اور بلا تشبیہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ کرسی، جو قرآنِ مجید میں مذکور ہے ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ (البقرة: 255) اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم مخلوق ہے، جو آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہےاور یہ مقام ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دونوں قدموں کی جگہ قرار دیا، اس سے آگے عرش کا مقام اور مرتبہ بیان کیا گیا کہ عرش کی قدر کا ادراک کوئی نہیں کر سکتا، یعنی عرش کرسی سے بھی زیادہ وسیع، بلند اور جلیل المرتبہ مخلوق ہے جس کی حقیقت مخلوق کے ادراک سے ماورا ہے۔

اس اثر میں وارد صفتِ "القدمین" صفاتِ خبریہ میں سے ہے، جن پر ایمان لانا واجب ہے مگر ان کی کیفیت بیان کرنا یا ان کی تشبیہ دینا جائز نہیں، اس کی تائید صحیح مسلم کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے: (**حتى يضع رب العزة فيها قدمه**) "یہاں تک کہ ربّ العزت اپنا قدم جہنم میں رکھے گا۔"[2] یہ حدیث صاف بتاتی ہے کہ اللہ کے لیے "قدم" ایک ثابت صفت ہے، مگر اس کی کیفیت انسانی عقل کے احاطے سے باہر ہے، اہلِ سنت کا اصولی منہج یہی ہے کہ اللہ کی صفات کو حقیقی مانا جائے مگر ان کی کیفیت مخلوق کی مانند قرار نہ دی جائے، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

[1] السنۃ،عبد اللہ بن احمد بن حنبل ، 1441ھ جلد: 1صفحہ: 301

[2] صحیح مسلم: 2846

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

(الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة) "استواء معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان واجب ہے، اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔"

سلف صالحین کے نزدیک ان نصوص کو ان کے ظاہر پر برقرار رکھنا ایمان کا حصہ ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: (نؤمن بها ونصدق بها من غير كيف ولا معنى)ہم ان (صفات) پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں، بغیر کسی کیفیت یا معنی گھڑنے کے، یہی منہجِ سلف تمام صفاتِ خبریہ کے اثبات کا معیار ہے: نہ تعطیل (یعنی انکار)، نہ تاویل (یعنی معنی بدلنا)، اور نہ تشبیہ (یعنی مخلوق سے مشابہت دینا)۔

جہمیہ اور معتزلہ نے صفاتِ خبریہ کا انکار کرتے ہوئے"قدم"کو "قدرت" یا "غلبہ" سے تاویل کیا، اور اس طرح نصوص کو اپنے عقلی قیاس کے تابع بنا لیا۔ اشاعرہ نے بھی اسے مجازی معنی پر محمول کیا اور کہا کہ "قدم" سے مراد صرف قوتِ تسلط یا عظمت ہے، لیکن یہ تمام تاویلات منہجِ سلف سے انحراف ہیں، کیونکہ قرآن و سنت کی نصوص میں صفات کا ذکر اثباتِ حقیقی کے طور پر ہوا ہے، نہ کہ محض تمثیل یا استعارت کے معنی میں، اہلِ سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ (نثبت لله ما أثبته لنفسه وأثبته له رسوله بلا تشبيه ولا تعطيل ولا تأويل)"ہم اللہ کے لیے وہی صفات ثابت کرتے ہیں جو اس نے اپنے لیے ثابت کیں یا جنہیں رسول ﷺ نے بیان کیا، بغیر تشبیہ، تعطیل یا تاویل کے۔"

خلاصة القول: یہ اثر اللہ تعالیٰ کی صفتِ "القدمین" کے حقیقی اثبات پر واضح نص ہے اور صفاتِ خبریہ کے فہم میں منہجِ سلف کی بنیاد کو مضبوط کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے، لہٰذا اس کی صفات بھی حقیقی اور ذاتی ہیں، جو مخلوق کی مشابہت سے منزّہ ہیں، "کرسی" اللہ کے قدموں کی جگہ ہے، جبکہ "عرش" اس سے بلند و برتر، بے مثال اور لا محدود عظمت رکھنے والا مقام ہے، یہی ایمانِ اہلِ سنت والجماعت ہے ، ایمان بالصفات بلا کیف، بلا تشبیہ، بلا تاویل۔

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ فعلیہ میں "صفتِ ید"

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، ثَنَا عُبَيْدُ بْنُ مِهْرَانَ وَهُوَ الْمُكْتِبُ، ثَنَا مُجَاهِدٌ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ:خَلَقَ اللَّهُ أَرْبَعَةَ أَشْيَاءَ بِيَدِهِ: الْعَرْشُ، وَالْقَلَمُ، وَعَدْنٌ، وَآدَمُ، ثُمَّ قَالَ لِسَائِرِ الْخَلْقِ: كُنْ، فَكَانَ.

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا:عرش، قلم، جنت عدن اور آدم پھر باقی تمام مخلوق سے فرمایا: "ہو جا، تو وہ ہو گئی۔"

[11] نقض الدارمي على المريسي، امام عثمان بن سعيد الدارمی، 2005ء، جلد 1، صفحہ 261،اثر نمبر: 496

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حکم:اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: یہ اثر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا: عرش، قلم، جنتِ عدن، اور آدم۔ پھر باقی مخلوق سے فرمایا: 'ہو جا'، تو وہ ہو گئی،یہ قول نہایت عظیم اعتقادی مفہوم رکھتا ہے اور توحید الاسماء والصفات کے باب میں صفاتِ فعلیہ کا ایک واضح اور مضبوط ثبوت فراہم کرتا ہے،اس اثر میں لفظ "بِيَدِهِ" (اپنے ہاتھ سے) ''صفتِ ید'' کے حقیقی اثبات پر دلالت کرتا ہے، اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک یہ صفت صفاتِ فعلیہ میں سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کے ساتھ مخصوص افعال انجام دیتا ہے، جیسے تخلیق، کتابت، اور بستان کی پیدائش، یہ صفت مخلوق کے ہاتھ کی مانند نہیں، بلکہ خالق کی شان کے لائق ایک حقیقی اور ذاتی صفت ہے، جس کی کیفیت کا علم صرف اللہ کو ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا:﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾''تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا، اُس کو جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا؟ (ص: 75)یہ آیت صریح طور پر صفتِ ''یدین'' کے اثبات پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کو اپنی قدرت یا ارادے کی نسبت سے نہیں بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں کی نسبت سے بیان فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ صفت حقیقی ہے، نہ کہ مجازی۔

اسی مفہوم کو رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث مزید واضح کرتی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:(**إن الله خلق آدم بيده، وكتب التوراة بيده، وغرس جنة عدن بيده**)''اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا، اور جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے بویا۔''(طبرانی کبیر وغیرہ)یہ روایت اس حقیقت کو مزید نمایاں کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال محض کن (ہو جا) سے نہیں ہوتے بلکہ بعض افعال میں مشیتِ خاص اور عملِ خاص ظاہر ہوتا ہے، جس کا بیان ''ید''کی صفت کے ذریعے کیا گیا ہے،اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ اس بارے میں بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حقیقی ہیں، مگر ان کی کیفیت معلوم نہیں، ان صفات پر ایمان لانا واجب ہے مگر ان کی تشبیہ مخلوق سے دینا یا ان کی تاویل کرنا حرام ہے، یہی اصول اللہ تعالیٰ کی ''ید'' (ہاتھ)، ''وجہ'' (چہرہ)، ''قدم'' (پاؤں) اور دیگر صفاتِ خبریہ پر بھی منطبق ہوتا ہے، اہلِ سنت صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات میں درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں نہ جہمیہ و معتزلہ کی طرح انکار کرتے ہیں، نہ مجسمہ کی طرح تشبیہ دیتے ہیں۔

ہم اللہ کے لیے وہی صفات ثابت کرتے ہیں جو اس نے خود اپنے لیے بیان کیں یا جنہیں اس کے رسول ﷺ نے ثابت کیا، بغیر تشبیہ، تعطیل یا تاویل کے،یہ اثر اسی عقیدے کی عملی تفسیر ہے،نبی ﷺ کے صحابہؓ کا یہ ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ''ہاتھ'' ہیں جن سے وہ جسے چاہے شرف و اختصاص عطا فرماتا ہے، مگر ان ہاتھوں کی حقیقت و کیفیت انسانی عقل کے لیے محجوب ہے۔یہی فرق توحید اور تشبیہ کے درمیان خطِ امتیاز ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

خلاصۃ القول: یہ اثر صفتِ "ید" کے حقیقی اثبات کی واضح دلیل ہے، اس میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض خاص مخلوقات کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، جس سے اس صفت کی عظمت، خصوصیت اور فعلیت کا اظہار ہوتا ہے، قرآن و سنت کے نصوص سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ایک حقیقی، ذاتی اور لائقِ شانِ الٰہی صفت ہے، سلفِ صالحین نے ہمیشہ اسے بلا تاویل، بلا کیف، اور بلا تشبیہ تسلیم کیا۔

اللہ تعالی کی "صفت الوجہ" کا اثبات

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: ثنا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:إِذَا لَبِسَتِ الْمَرْأَةُ ثِيَابَهَا ، ثُمَّ خَرَجَتْ قِيلَ: أَيْنَ تَذْهَبِينَ؟ فَتَقُولُ: أَعُودُ مَرِيضًا، أَوْ أُصَلِّي عَلَى جِنَازَةٍ، أَوْ أُصَلِّي فِي مَسْجِدٍ، فَقِيلَ: وَمَا تُرِيدِينَ بِذَلِكَ؟، فَتَقُولُ: وَجْهَ اللَّهِ ، وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ: مَا الْتَمَسَتِ الْمَرْأَةُ وَجْهَ اللَّهِ بِمِثْلِ أَنْ تَقَرَّ فِي بَيْتِهَا وَتَعْبُدَ رَبَّهَا"

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"جب عورت اپنا لباس پہن کر گھر سے نکلتی ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے: کہاں جا رہی ہو؟وہ کہتی ہے: مریض کی عیادت کے لیے، جنازے کی نماز کے لیے، یا مسجد میں نماز کے لیے،پھر اس سے کہا جاتا ہے: تم ان سب کاموں سے کیا چاہتی ہو؟وہ جواب دیتی ہے: اللہ کا چہرہ (یعنی اللہ کی رضا)،تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! عورت نے اللہ کی رضا کو کسی چیز سے اس قدر نہیں پایا، جتنا کہ اپنے گھر میں ٹھہر کر اپنے رب کی عبادت سے پاتی ہے۔"[12]

حکم: اس کی سند ضعیف ہے۔

تعلیق:یہ اثر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اپنا لباس پہن کر گھر سے نکلتی ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے: کہاں جا رہی ہو؟ وہ کہتی ہے: مریض کی عیادت کے لیے، جنازے کی نماز کے لیے، یا مسجد میں نماز کے لیے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے: تم ان سب کاموں سے کیا چاہتی ہو؟ وہ جواب دیتی ہے: اللہ کا چہرہ (یعنی اللہ کی رضا)۔ تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! عورت نے اللہ کے چہرے (یعنی رضا) کو کسی چیز سے اس قدر نہیں پایا، جتنا کہ اپنے گھر میں ٹھہر کر اپنے رب کی عبادت سے پاتی ہے۔

یہ اثر اگرچہ سنداً ضعیف ہے، مگر اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے قرآن و سنت کی متعدد نصوص کے عین مطابق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت "الوجہ"(چہرہ) کا ذکر ہے، جو صفاتِ ذات میں سے ایک عظیم صفت ہے،اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ "الوجہ" اللہ تعالی کی ثابت شدہ صفت ہے، جو حقیقی ہے مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں، اور اس کا معنی اللہ کی ذات، اس کی رضا، اور اس کی قربت کا طلبگار ہونا ہے۔

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اس صفت کا ذکر آیا ہے، فرمایا:﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾"اور تمہارے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔" (الرحمن: 27)یہ آیت واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی و ابدی ہے، باقی رہنے والی ہے، جب کہ باقی سب فنا ہو جائیں گے۔ یہاں "الوجہ" دراصل ذاتِ

[12] كتاب التوحيد وإثبات صفات الرب عز وجل، الإمام ابن خزيمة: 1415ء،حديث نمبر: 121

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

باری تعالیٰ کی بقا اور دوام کی علامت ہے،ایک اور مقام پر فرمایا گیا:﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ﴾(الإنسان: 9)''ہم تمہیں صرف اللہ کے چہرے (یعنی اللہ کی رضا) کے لیے کھلاتے ہیں۔''یہ آیت ''الوجہ'' کے معنی میں اخلاص فی العمل اور طلبِ رضا الٰہی کو ظاہر کرتی ہے، یہاں ''وجہ'' سے مراد اللہ کی ذات نہیں بلکہ اللہ کی رضا اور اخلاص کی نیت ہے۔

احادیثِ نبویہ میں بھی اس صفت کا ذکر بارہا آیا ہے، رسول اللہ ﷺ دعا میں فرمایا کرتے تھے:(اللهم إني أسألك لذة النظر إلى وجهك الكريم)''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے کریم چہرے کو دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں۔''[13] یہ دعا آخرت میں رؤیتِ الٰہی کی آرزو اور قربِ خاص کی تمنا پر دلالت کرتی ہے، جو ایمانِ کامل کا درجہ ہے،

خلاصة القول: یہ اثر اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے مگر معنی کے لحاظ سے نہایت قوی اور موافقِ قرآن و سنت ہے، اس میں صفتِ ''الوجہ'' کے ذریعے اللہ کی ذات، اس کی رضا، اور اخلاص کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے، عبد اللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ نے عورت کی عبادت و قربتِ الٰہی کو ''وَجْهَ اللَّهِ'' سے جوڑا، جو اس بات کا عملی اعلان ہے کہ بندگی کا مقصد صرف ذاتِ باری تعالیٰ کی رضا ہے، یہی حقیقی توحید، خلوصِ نیت اور ایمان بالصفات کا مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ''الحي'' کا اثبات

ثُمَّ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ، فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ: وَقَرَأَ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ﴾

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور فرمایا:"اے لوگو! جس نے محمد ﷺ کی عبادت کی تھی تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں، اور جس نے اللہ کی عبادت کی ہے تو بے شک اللہ زندہ ہے اور کبھی اس کو موت نہیں آئی گی ،پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:''اور محمد نہیں مگر ایک رسول، بے شک ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے، تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے؟'' (آل عمران: 144)[14]

تعلیق: یہ اثر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس تاریخی خطاب پر مشتمل ہے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا:''جس نے محمد ﷺ کی عبادت کی تھی تو بے شک محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں، اور جس نے اللہ کی عبادت کی ہے تو بے شک اللہ زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا۔''پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی:﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ... أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ﴾(آل عمران: 144)

یہ اثر توحیدِ صفات کی واضح دلیل ہے، جس میں اللہ کی دو عظیم صفات کا بیان ہے: "الحیّ" (ہمیشہ زندہ) اور "لا یموت" (کبھی نہ مرنے والا)۔اللہ تعالیٰ کی صفتِ حیات ذاتی، کامل اور ابدی ہے۔ قرآن میں فرمایا:﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾''اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کو قائم رکھنے والا ہے۔'' (البقرة: 255)یہ آیت

---

[13] النسائی: 1305

[14] صحیح بخاری،حدیث: 4452؛صحیح مسلم، حدیث: 3017

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

ظاہر کرتی ہے کہ اللہ کی حیات ہر نقص سے پاک ہے، وہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشتا ہے۔اسی طرح صفتِ "لا یموت" اس کی صفاتِ سلبیہ میں سے ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ فنا اور موت سے پاک ہے،ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾(الفرقان: 58)"اور اس زندہ ذات پر بھروسہ کرو جو کبھی نہیں مرے گی۔"

سیدنا ابوبکررضی اللہ عنہ کے اس خطبے کا مقصد صحابہ کے اضطراب کو ختم کرنا اور عقیدہ توحید کی تجدید کرنا تھا، آپ نے واضح کر دیا کہ نبی ﷺ بشر تھے، مخلوق تھے، اور وفات پا گئے، جب کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو ہمیشہ زندہ اور عبادت کے لائق ہے،اہلِ سنت والجماعت کا منہج یہ ہے کہ اللہ کی صفات کو بغیر تاویل، تعطیل اور تشبیہ کے حقیقی معنوں میں مانا جائے، جیسا کہ فرمایا گیا:﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(الشورى: 11)" اس جیسی کوئی چیز نہیں ، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے "یہ اثر عقیدۂ توحید کی ایک عملی تصویر ہے، جس میں ابوبکررضی اللہ عنہ نے امت کو یہ یاد دلایا کہ عبادت صرف اسی ذات کے لیے ہے جو ازلی و ابدی ہے، جو ہمیشہ زندہ ہے، اور جس پر موت طاری نہیں ہوتی۔

خلاصة القول: اثر صفاتِ باری تعالٰی کے حقیقی اثبات پر مبنی ہے، صفتِ "الحیّ" اللہ کی ازلی و ابدی زندگی کو ظاہر کرتی ہے، جب کہ "لا یموت" اس کی بقا اور الوہیت کا ثبوت ہے،ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول توحیدِ خالص کی تجدید اور انبیاء و اولیاء کی عبادت کے ردّ میں ایک ابدی اصول ہے کہ زندگی، بقا، اور عبادت صرف اس ذات کے لیے ہے جس کو کبھی موت نہیں آتی۔

اللہ تعالی کی صفتِ علم وبصیرت کا اثبات

عن أبي هريرة قال:ثَلَاثٌ مِنَ الإِيمَانِ: أَنْ يَحْتَلِمَ الرَّجُلُ في اللَّيْلَةِ البارِدَةِ، فيَقومَ فيَغْتَسِلَ لا يَراهُ إلَّا اللَّهُ، والصَّوْمُ في اليَومِ الحارِّ، وصَلاةُ الرَّجُلِ في الأَرْضِ الفَلاةِ لا يَراهُ إلَّا اللَّهُ.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:ایمان کے تین مظاہر یہ ہیں کہ آدمی سرد رات میں احتلام کے بعد اٹھے اور غسل کرے جبکہ اسے صرف اللہ دیکھ رہا ہو، گرمی کے دن روزہ رکھے،آدمی ویران زمین میں نماز پڑھے اور اسے صرف اللہ دیکھ رہا ہو۔"[15]

[15] شعب الإيمان، الإمام البيهقي ، 1423ھ ،رقم الاثر 24

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

حکم: یہ اثر حسن لغیرہ (قابل قبول روایت ہے)

تعلیق: یہ اثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں وہ ایمان کے تین عملی مظاہر بیان کرتے ہیں: آدمی سرد رات میں احتلام کے بعد تنہائی میں غسل کرے جبکہ اسے صرف اللہ دیکھ رہا ہو، سخت گرمی کے دن روزہ رکھے، ویران زمین میں نماز ادا کرے جہاں کوئی اسے نہ دیکھ رہا ہو،یہ تینوں اعمال ایمان کے خالص ترین مظاہر ہیں، کیونکہ ان میں کسی دکھاوے یا ریاکاری کا امکان نہیں۔ بندہ محض اللہ کے علم و نظر پر یقین رکھتے ہوئے عمل کرتا ہے، اس لیے یہ اثر توحیدِ اسماء و صفات کے تحت صفاتِ علم، بصارت اور معیت کا واضح اثبات پیش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی یہ صفات العلیم (سب کچھ جاننے والا)، البصیر (ہر شے کو دیکھنے والا)، الخبیر (ہر پوشیدہ حقیقت سے باخبر) ایمان کی بنیاد ہیں، بندہ اس وقت خلوت میں بھی فرمانِ الٰہی کے سامنے جھکتا ہے جب کوئی دیکھنے والا نہیں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ان صفات کا ذکر نہایت بلیغ انداز میں آیا ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾"بیشک اللہ تم پر نگران ہے۔"(النساء: 1)﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾"اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔" (الحدید: 4)﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ ٱلْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي ٱلصُّدُورُ﴾"وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت اور وہ باتیں بھی جو دل چھپاتے ہیں۔" (غافر: 19)یہ آیات بندے کے دل میں احسان کا درجہ پیدا کرتی ہیں یعنی" تو اللہ کی عبادت ایسے کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اور اگر یہ تصور ممکن نہ ہو تو یہ یقین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔" اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا:(**اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ**)"جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔"[8]

اس اثر میں دو مرتبہ یہ جملہ آیا:(**لَا يَرَاهُ إِلَّا اللَّهُ**)"اسے صرف اللہ دیکھتا ہے"جو اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندے کے ساتھ علم و بصیرت کا وہ تعلق ہے جو کسی انسان کو حاصل نہیں،یہ اثر بندے کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایمان کا حقیقی درجہ وہ ہے جس میں عمل کا محرک صرف اللہ کی رضا، خوف اور امید ہو، نہ کہ لوگوں کی نگاہ،، جو شخص تنہائی میں بھی اللہ کے علم و نظر کو محسوس کرتا ہے، وہ ایمان کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوتا ہے۔

---

[8] ترمذی: 1987

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 03 (2025)

خلاصة القول: یہ اثر صفاتِ باری تعالی خصوصاً العلیم، البصیر، الرقیب، الشھید کے حقیقی اثبات پر دلالت کرتا ہے،بندہ جب تنہائی میں عبادت کرتا ہے تو وہ دراصل اللہ کے علم و بصارت پر ایمان کا مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے، یہی ایمان کا خالص جوہر اور توحیدِ اسماء و صفات کا عملی ظہور ہے کہ بندہ ظاہر و باطن دونوں میں اس رب سے جڑا رہے جو ہر حال میں اسے دیکھتا، جانتا اور پرکھتا ہے۔

خلاصہ بحث

مقالہٰ ہذا دراصل توحید الاسماء والصفات سے متعلق آثارِ صحابہ کی جمع، تحقیق، توضیح اور عصرِ حاضر میں ان کی تطبیق پر مبنی ایک تحقیقی کاوش ہے، اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اقوال و افعال کو یکجا کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلال و جمال کے فہم، ایمان بالصفات اور منہجِ سلف کے عملی اظہار سے متعلق ہیں،تحقیق میں ہر اثر کا سندی و متنی جائزہ لیا گیا، اس کے معانی و مفاہیم کی توضیح کی گئی، اور ان آثار سے حاصل ہونے والے اعتقادی و فقہی نتائج کو بیان کیا گیا،ساتھ ہی معاصر فکری و کلامی چیلنجز جیسے صفاتِ الٰہیہ کی تاویل، تشبیہ و تعطیل کے شبہات، اور جدید عقلی تاویلات کے تناظر میں ان آثار کی عصری افادیت و تطبیق کو واضح کیا گیا۔

یہ مقالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آثارِ صحابہ اسلام کے عقائد، خصوصاً توحید الاسماء والصفات کے فہم میں سب سے مستند ماخذ ہیں،ان کے اقوال و افعال نہ صرف منہجِ سلف کی تعبیر کرتے ہیں بلکہ آج کے فکری و اعتقادی انتشار کے دور میں صحیح عقیدہ، فکری توازن اور ایمانی بصیرت کے احیاء کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

مصادر ومراجع

* ابن ابی شیبۃ ، أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي، مصنف ابن أبي شيبة ، 1427ھ ، دار القبلة۔
* ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، هدي الساري مقدمة فتح الباري، ط٢، 1409ھ، دار الريان، القاهرة۔
* أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، أبو بكر، معرفة السنن والآثار عن الإمام الشافعي، دار الكتب العلمية، بيروت۔
* البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحيح (صحيح البخاري)، ط٣، 1400ھ، دار ابن كثير، بيروت۔
* الدارقطني، علي بن عمر بن أحمد الدارقطني، سنن الدارقطني، ط٢، 1416ھ، دار المعرفة، بيروت۔
* الزرعي الدمشقي ، شمس الدين محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد الزرعي الدمشقي ، إعلام الموقعين عن رب العالمين ، : 1973م ، دار الجيل ، بيروت
* الشاطبي، إبراهيم بن موسى اللخمي الشاطبي الغرناطي المالكي، الرسالہ، ط خي، 1424ھ، وزارة الشؤون الإسلامية، الرياض۔
* عبدالرزاق صنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، 1970ء، المكتب الإسلامي، بيروت۔
* عبدالسلام وعبدالحليم وأحمد بن عبدالحليم آل تيمية، المسودة في أصول الفقه، دار المدني، القاهرة۔
* مسلم، مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، الجامع الصحيح (صحيح مسلم)، ط٢، 1412ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت۔
* مسلم، مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، الجامع الصحيح (صحيح مسلم)، ط٢، 1412ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت۔